جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پیرس

فرانس سے ایک قابل قدر علمی مکتوب

مخدوم و مکرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ اپنے مؤقر رسالہ الحق کے ارسال سے اس ناچیز کو سرفراز فرماتے رہتے ہیں۔ آج رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کا شمارہ پہنچا۔ استفادہ کیا، چند باتوں پر مؤدبانہ توجہ منعطف کراؤں گا۔

ص۲ پر امام بخاری اور صحیح بخاری کے فاضلانہ مضمون میں مدوّنِ مقالہ نے "حضرت ابو طالب" کا محاورہ استعمال کیا ہے۔ صحیح بخاری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحت ہے کہ ابو طالب کا مقام جہنم ہے اگرچہ خفیف ترین عذاب ہوگا۔ یعنی قدموں تلے آگ ہوگی، لیکن یہ اس بات کے لئے کافی ہوگی کہ سر کا بھیجا پگھل کر کھولتا رہے۔ ان حالات میں "حضرت" کا لفظ نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

رجم پر جو فاضلانہ مقالہ ہے اس میں ص۲۶ تا ۲۷ پر اس سے بحث ہے کہ رجم کا ذکر کیوں قرآن مجید میں نہیں ہے ایک پہلو یہ میرے ناچیز ذہن میں آتا ہے کہ "..... اولئک الذین هدی اللہ فبهداهم اقتده" (سورہ انعام ۶/۸۳-۹۰) ختم المرسلین کو حکم دیا گیا ہے انبیاء سلف کی سنت پر بدستور عمل پیرا رہیں۔ بجز ان احکام کے جو قرآن نے منسوخ کئے ہوں۔ صحیح بخاری میں صراحت ہے کہ توریت میں زنا محصنہ کی سزا رجم ہے۔ رسول اکرم نے اس پر عمل بھی کرایا۔ توریت ہی میں زنا غیر محصنہ کی سزا زنمی جرمانہ ہے۔ اس کو سورہ نور میں منسوخ کر کے سو کوڑوں کی جسمانی سزا مقرر کی گئی۔ لہٰذا زنا محصنہ کا موسوئیؑ عیسویؑ قانون منسوخ نہ ہوا اور سورہ انعام میں صراحت ہوئی کہ اس پر بدستور عمل کیا جائے۔

اسی مضمون میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا "آیت رجم" کے متعلق بیان بھی زیر بحث رہا ہے۔ جہاں تک میں نے تحقیق کی۔ کسی روایت میں حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ "الرجم فی القرآن" بلکہ "فی کتاب اللہ" جس کا اطلاق توریت اور انجیل پر بھی اسی طرح ہو سکے گا جس طرح قرآن مجید پر۔ اور واقعۃً رجم کا حکم موجودہ متداول توریت اور انجیل دونوں میں موجود ہے (اور عہد نبوی کی توریت میں بھی ہونا صحیح بخاری و صحیح مسلم سے ثابت ہے)

اگر علماء کرام ان حقیر سوالات پر روشنی ڈالیں تو طلبہ علم فائدہ اٹھائیں۔ الحق کے اسی شمارے میں ص۴۵ پر فرعون کی لاش پر صدق جدید لکھنؤ کا ایک نوٹ نقل ہے (صدق جدید کی تاریخ درج نہیں) اس سلسلے میں دو باتیں عرض کرنی ہیں

۱۔ رسالہ فاران کراچی بابت مئی ۱۹۷۷ء میں اس موضوع پر "ڈوب مرے فرعون کا نام" کے عنوان سے بحث ہوئی ہے ـــــــ

۲۔ ڈاکٹر مدریس بوکائی (آپ کے ہاں ہو کیلی چھپا ہے) کی کتاب میں فرعون کی لاش کا تو ذکر ہے۔ لیکن ان کو اصرار ہے کہ حضرت موسیٰؑ مدین میں طویل عرصہ (تقریباً پچاس) سال مقیم رہے۔ (قرآن میں آٹھ، زیادہ سے زیادہ دس سال کا ذکر ہے) یہ کہ اس اثناء میں یہودی نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے والا فرعون مر گیا۔ اور اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ اس پر اسّی سال کی عمر میں حضرت موسیٰؑ مصر واپس آئے اور نیا حکمران ڈوب مرا۔ لیکن اس میں دشواری یہ ہے کہ اسی جدید حکمران منفتاح کا ایک کتبہ ملا ہے کہ "میں نے بنی اسرائیل کو اس طرح نابود کیا ہے کہ اس نسل کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا ہے" یہ واقعہ اگر خروج سے قبل پیش آیا تو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ جو چھ لاکھ سے زائد یہودی نکلے وہ کہاں سے آئے؟ اگر خروج کے بعد حملہ ہوا اسزا دہی کے لئے تو تورات اس سے کیوں ساکت ہے اور اپنی انگشت بغتاؤں میں اس کا اضافہ کیوں نہیں کرتی؟ یوں بھی مدریس بوکائی حجیت حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ (ناچیز محمد حمید اللہ)

(الحق) ۱۔ ریاست و شرافتِ دنیوی کے اعتبار سے حضرت ابو طالب کا استعمال غیر مناسب اور قابلِ مواخذہ نہیں۔ معززین مکہ اور رؤساء قوم میں ان کا شمار کسی سے مخفی نہیں (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قوی رشتہ اور بنو ہاشم و بنو کنانہ قریش جن کی شرف و بزرگی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اس بنا پر حضرت ابو طالب کہنا کوئی جرم نہیں۔ (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و خدمت آٹھ سال سے لے کر سلسلہ نبوت تک یہ ایک مستقل منقبت ہے
(۴) مشرکین مکہ اور رؤساء قریش کی مسلسل تحریص و ترغیب کے باوجود آپ حضورؐ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوئے
(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قصائد مدحیہ مثلاً

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں یہاں تک فرمایا کہ

واللّٰہ لن یصلوا الیک بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا

(۷) جب قوم نے ان کا بائیکاٹ کیا اور شعب ابی طالب میں ان کی ناکہ بندی کی تو ابو طالب برابر ان کا لیف جھیلنے میں ان کے شریک رہے۔

علاوہ ازیں لفظ حضرت کا استعمال ایک لفظی اور زبانی اعزاز ہے۔ اگرچہ ارشاد خداوندی ہے۔ وما تنفعهم شفاعة الشافعين. مگر اس نص صریح کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس شفاعت کی تخصیص ایک گرامی قدر اعزاز ہے۔

ب۔ لفظ کتاب اللہ کا متبادر معنی قرآن کریم ہے۔ ذالک الکتاب۔ کتاب انزلناہ۔ مطلق کتاب منزل کہ تورات و انجیل کو شامل ہو۔ یہ معنی غیر متبادر ہے۔ نیز حدیث حضرت ابن عباس بخاری جلد ۲ ص ۱۰۰۹ میں واضح ہے کہ مراد کتاب اللہ قرآن مجید ہے

ان اللّٰہ بعث محمدًا بالحق وانزل علیه الکتاب فکان مما انزل اللّٰہ آیة